ڈاکٹر سید وحید اشرف

تصوّف اسلامی پر ایک ہندوستانی کتاب

لطائف اشرفی

فارسی میں ملفوظ نگاری زیادہ تر صوفیا کی مرہونِ منت رہی ہے۔ فارسی میں تصوف پر پہلی دو کتابوں[1] میں سے ایک ملفوظات ہی پر مشتمل ہے، جو طبقات الصوفیہ ہروی (امالی شیخ عبداللہ انصاری ہروی متوفی ۴۸۱ھ) کے نام سے مشہور ہے لیکن امالی شیخ انصاری بھی ملفوظ کا پہلا نمونہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی اس کے نمونے ملتے ہیں[2] ملفوظ نگاری کی روش ہندوستان میں سب سے زیادہ مقبول ہوئی جس کی ابتدا ساتویں صدی ہجری میں حسن سجزی سے ہوتی جنھوں نے سب سے پہلے شیخ نظام الدین اولیا کے ملفوظات کو فوائد الفواد کے نام سے ترتیب دیا۔ اگرچہ اس سے پہلے کے بھی کچھ ملفوظ کے نام لیے جاتے ہیں لیکن وہ مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہیں، فوادالفواد کے بعد یہاں بہت سے ملفوظات مرتب ہوئے۔[3] آٹھویں صدی ہجری کے تصوف

---

[1] فارسی میں تصوّف کی کتاب کشف المحجوب قرار دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مؤلف شیخ علی ہجویری کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ مشہور ہے جبکہ شیخ عبداللہ انصاری کی وفات ۴۸۱ھ میں ہوئی لیکن شیخ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں شیخ انصاری کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کیا ہے جو ایسے اشخاص کے لیے مخصوص ہے جن کا وصال ہو چکا ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ہجویریؒ ۴۸۱ھ تک بقید حیات تھے اور شیخ انصاریؒ کی وفات آپ سے قبل ہو چکی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے سے ملاقات کا موقع نہیں ملا، اور نہ ایک دوسرے کی کتاب ہی کا ان کو علم ہو سکا۔ کشف المحجوب اور طبقات الصوفیہ ہروی کے صحیح سنہ تالیف بھی نہیں معلوم، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی کتاب مقدم ہے اور کون مؤخر۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے اورنٹیل کالج میگزین لاہور فروری ۱۹۴۰ء، "تاریخ وفات ہجویریؒ" از عبدالحی حبیبی)، [2] مثلاً امالی ابوعلی قالی اور امالی ابواسحاق زجاج (دیکھیے تاریخ ادبیات ایران، ج اول، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا)

[3] کچھ ملفوظات کا ذکر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "خیر المجالس" کے مقدمہ میں کیا ہے۔

پر اہم ترین کتاب لطائف اشرفی ہے جو حضرت سید اشرف سمنانیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

لطائف اشرفی کا پورا نام یوں ملتا ہے: "لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی" حالانکہ عربی ترکیب کے اعتبار سے اسے یوں ہونا چاہیئے: "اللطائف الاشرفیہ فی بیان طوائف الصوفیہ"۔ عام طور پر یہ لطائف اشرفی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب دوبارہ ہندوستان میں سید محمد اشرف حسین اور سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی فیض آبادی کی کوششوں سے نصرت المطابع دہلی سے چھپ چکی ہے پہلی بار ایک جلد میں ۱۲۹۵ میں، اور دوسری بار دو جلدوں میں ۱۲۹۸ھ میں جو نہایت مغلوط ہے، اسی مغلوط نسخہ کی بنیاد پر اس کے چند لطائف کا اردو ترجمہ حکیم سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی نے کیا ہے، جسے برکات چشتیہ کے نام سے سید محمد محدث کچھوچھوی نے رسالہ "اشرفی کچھوچھہ میں بالاقساط شائع کیا تھا، اسی متن کا دوسرا ملخص ترجمہ سیرت الاشرف کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ان ہی نسخوں کی بنیاد پہ حضرت سید اشرف کی سوانح حیات پر مشتمل کئی کتابیں بھی مرتب ہوئیں۔ جو غلط اطلاعات و روایات سے پُر اور تحقیق کے معیار سے ساقط ہیں۔

اس کتاب کو حضرت سید اشرفؒ کے مرید و خلیفہ نظام الدین یمنی نے مرتب کیا، یمنی نے اپنا نام نظام غریب یمنی بھی لکھا ہے یمنی کے لفظ سے دھوکا ہوتا ہے کہ آپ یمن کے رہنے والے تھے لیکن قیاس یہ ہے کہ ایران ہی کے باشندہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ یمنی النسل رہے ہوں۔ لطائف اشرفی سے آپ کے بارے میں صرف اس قدر اطلاع ملتی ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت سید اشرف سے یمن میں ۷۵۰ھ میں ہوئی، اور اسی وقت سے وہ آپ کے ساتھ رہنے لگے[۴] یہاں تک کہ تیس سال کا عرصہ مسلسل آپ کی معیت میں گذرا[۵]۔ یمنی کو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ لطائف اشرفی کے بعض ابواب اور تمہید آپ ہی کی تصنیف ہیں۔ آپ فارسی کے خوشگو شاعر بھی تھے۔ آپ کے متعدد اشعار لطائف اشرفی میں موجود ہیں۔

نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:

"مدتی مدید و عہدی بعید قریب سی سال در طریق قویم و سبیل مستقیم آنحضرت در ملازمت معتکفان آستانۂ ارادت و ملازمان جناب مودت ہم کاسۂ سگان او می بودم"

اس تیس سال سے مراد غالباً ۷۵۰ھ سے ۷۸۰ھ تک کا زمانہ ہے جو مسلسل سفر میں گذرا، کتاب

۴؎ لطائف اشرفی ج اول ص ۲ ۵؎ ایضاً ج دوم ص ۳۸۱

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی آپ اپنے مرشد کے ساتھ رہے تھے، لطائف اشرفی صرف ۸۰۰ھ تک کے ملفوظات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کے بھی ملفوظ اس میں شامل ہیں، نظام مینی تمہید میں لکھتے ہیں:

"دراثنای این ..... درضمیر دل ..... القا کرد کہ بعضی از انفاس نفیسہ و الفاظ متبرکہ و شمہ ای از لطائف معارف و ظرائف کواشف و احوال مقامات شریفہ و انزال کرامات عجیبہ حضرت قدوۃ الکبریٰ از مبتدا تا منتہا اصدا یافت ..... بیان باید کرد۔"

اس میں کچھ ابواب ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں حضرت سید اشرف کے ملفوظ نہیں ہیں اور آپ کی وفات کے بعد اضافہ کیے گئے ہیں لیکن یہ بھی آپ کے اقوال سے بالکل ہی خالی نہیں ہیں۔ یہ ابواب آپ کی بیماری اور وفات اور آپ کے چند مشہور خلفا کے تذکروں پر مشتمل ہیں۔[۵۶]

یہ کتاب ایک تمہیدی باب، مقدمہ اور ساٹھ ابواب پر مشتمل ہے جنھیں لطائف کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تتمہ بھی تھا جو اب نہیں پایا جاتا۔

مکتوبات اشرفی (جو حضرت سید اشرفؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے) سے پتہ چلتا ہے کہ لطائف اشرفی ۸۰۷ھ سے قبل اس نام سے وجود میں آچکی تھی اور آپ کے ملفوظ کی ترتیب مختلف لطائف کے تحت دے دی گئی تھی، اگرچہ اس میں اضافہ آپ کی وفات اور اس کے بعد تک ہوتا رہا۔ کیونکہ ان خطوط میں لطائف اشرفی کا جگہ جگہ حوالہ ملتا ہے اور یہ خطوط ۸۰۷ھ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔[۵۷] ان خطوط میں مریدین کو تصوف اور شریعت کے مسائل میں لطائف اشرفی سے رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لطائف اشرفی آپ کی زندگی ہی میں ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئی تھی۔ آج بھی اگرچہ اس کا کوئی قدیم اور کلیتہً معتبر نسخہ دریافت نہیں ہوسکا ہے لیکن اس کے متعدد نسخے ملک کی مختلف لائبریریوں، نیز شخصی ملکیت میں موجود ہیں۔[۵۸]

---

۵۶ نظام مینی خود تمہید میں لکھتے ہیں: "تتمہ بیان سیرت و روش مرضیہ و اصدار مقامات و خوارق عادات حضرت مخدوم زادہ زادہ اللہ تعالیٰ، اعطاہ و طوارق و ارادت صاحب سجادہ کہ بعد از رحلت حضرت قدوۃ الکبریٰ صادر شدہ در ذیل این لطائف شریفہ و ظرائف لطیفہ درآورم ......"

۵۷ مثلاً مکتوب نمبر ۹، ۱۹، ۳۲، ۴۰ وغیرہ ۵۸ مقدمہ مکتوبات اشرفی

کتاب کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر کوئی شخص کوئی مسئلہ پیش کرتا، اس کے جواب میں حضرت سید اشرفؒ جو کچھ ارشاد فرماتے نظام یمنی اس کو قلمبند کر لیتے اور حضرت سید اشرف کے سامنے پیش کر دیتے۔ آپ اس کی تصدیق فرما دیتے، یا اس میں کچھ ترمیم کر دیتے، اس طرح یہ کتاب آپ کی براہ راست تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:

"...... آنچہ قابل ضبط ذہن وحامل فکر ایں ممتحن بود در قید کتابت آوردہ بمنظور اطلاع انظار مخدومی وبحضور استماع احضار معصومی گزرانیدہ و از اول تا آخر رقاً بعد رقٍ گردانیدہ بلکہ اکثر بعین الفاظ شریفہ و اقوال صریحۂ ایشان بامضمون مقولہ بنوک قلم رسانیدہ ......"

اس کتاب میں بنیادی طور پر تصوّف کے مسائل پر بحث ہے، لیکن ادبی اور تاریخی اعتبار سے بھی وہ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تصوّف اور شریعت کے مسائل کی تشریح قرآن وحدیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب اس اصول کی تفسیر پیش کرتی ہے کہ طریقت شریعت سے الگ نہیں، اپنے نظریہ کی تائید میں حضرت سید اشرف نے صوفیہ اور علما کے اقوال بھی پیش کیے ہیں، متنازعہ مسائل کے بارے میں دلائل کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر کی توضیح اور عقیدۂ وحدت الوجود کی پُر زور حمایت کی ہے صوفیہ اور کچھ صوفی شعرا کے تذکروں پر مشتمل الگ الگ باب ہیں، دو ابواب تصوّف کی اصطلاحات اور کچھ پیچیدہ صوفیانہ اشعار کی تشریح پر ہیں۔ اس کتاب سے امرا اور بادشاہوں سے حضرت سید اشرف کے تعلقات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس طرح یہ کتاب صوفی، عالم، تاریخ ادبیات فارسی اور ہندوستان کے قرون وسطیٰ کی تاریخ کے طالب علم کے لیے بھی دلچسپ اور مفید ہو گئی ہے۔

تصوف اور شریعت کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے قرآن وحدیث، فقہ اور کتب صوفیہ سے دلائل پیش کیے گئے ہیں بعض تاریخی کتابوں کے حوالے بھی ملتے ہیں، مثلاً تاریخ طبری، طبقات ناصری اور ترجمہ اردشیر بابک، مباحث کے ضمن میں شعرا کے کلام بھی بکثرت پیش کیے گئے ہیں، ان میں حافظ سعدیؔ، مولانا رومؔ نظامیؔ گنجوی، ابوسعید ابی الخیر نجم الدین دایہ رازی، عراقی، محمود شبستری کے اشعار زیادہ نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب تصوّف کی مستند کتابوں پر مبنی ہے۔ تصوف کی بعض کتابیں اس کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بعض ماخذ کی حیثیت سے دوسرے درجہ پہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن سے کچھ اقتباسات پیش کیے گئے ہیں، یا ان کے حوالے دیئے گئے ہیں، دوسری اور تیسری قسم کی کتابوں کی ایک

طویل فہرست ہے۔ان میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں :

بزدوییین از ابوالعسر علی بن محمد بزدوی، جامع العلوم از امام فخر رازی، شرح فصوص الحکم از مؤیدالدین جندی نوادرالاصول از محمد بن علی الحکیم ترمذی، اعلام الہدی از شہاب الدین سہروردی (؟) تالیف حضرت بہاء الدین نقشبندی (کتاب کا نام نہیں دیا ہے) فوائد الفواد مرتبہ حسن سجزی، مطلع الایمان شیخ صدرالدین قونیوی، قواعد العقائد امام غزالی، مرصاد العباد نجم الدین دایہ، صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی، تذکرۃ الاولیاء عطار اور لمعات عراقی وغیرہ۔

وہ کتابیں جو لطائفِ اشرفی کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے :

۱۔ **رسالۂ قشیریہ** : تصوف اور تذکرۂ صوفیہ پر بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے جو ۴۳۷ھ میں لکھی گئی، اس کے مؤلف امام ابوالقاسم[۹] عبدالکریم بن ہوازن القشیری ہیں۔ اس کی کئی حکایات اور بہت سے اقتباسات لطائف اشرفی میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں ۵۴ ابواب اور تین فصول ہیں۔ ایک فصل تذکرۂ صوفیہ پر مشتمل ہے جن میں تراسی ۸۳ صوفیہ کے تذکرے ہیں۔

رسالۂ قشیری کے فارسی ترجمے بھی پائے جاتے ہیں، اس کا اہم ترجمہ امام قشیری کی زندگی ہی میں ان کے شاگرد خواجہ امام ابوعلی بن احمد عثمانی نے کیا تھا، جس کے قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں۔ اس کی زبان نہایت سقیم ہے۔اس لیے اس کے سلیس ترجمہ کی طرف توجہ کی گئی اور چھٹی صدی ہجری میں ابوالفتوح عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری نے اس کا دوسرا ترجمہ کیا[۱۰]۔

۹۔ عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحۃ النیساپوری القشیری، بنی قشیر ابن کعب سے تھے، کنیت ابوالقاسم اور زین الاسلام و شیخ خراسان کے القاب سے معروف تھے، سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، آپ ابوالمعالی جوینی استاد امام غزالی کے استاد تھے اور شیخ ابوعلی دقاق کے شاگردوں میں تھے۔ رسالۂ قشیریہ کے علاوہ آپ کی دوسری تصانیف یہ ہیں : لطائف الاشارات، التیسیر فی التفسیر، التفسیر الکبیر۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۳۷۶ھ اور تاریخ وفات ۴۶۵ھ ہے۔ (دیکھیے تاریخ بغداد ۱۱ : ۸۳ الدرر الکامنہ ۱ : ۴۰۱ نفحات الانس ۳۱۲ لطائف اشرفی لطیفہ پانزدہم)۔

۱۰۔ دیکھیے تاریخ ادبیات ایران۔ ج اول از ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا۔

اس رسالہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں، جن میں سے ایک شرح زکریا انصاری نے "احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ" کے نام سے لکھی اور دوسری سدید الدین بن عبد المعطی نے "الدلالۃ علی فوائد الرسالۃ" کے نام سے[۱۱] اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہوا ہے جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲- **عوارف المعارف** : یہ شیخ شہاب الدین[۱۲] سہروردی کی تصنیف ہے، یہ کتاب بھی تصوف اسلامی پر بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ صوفیہ کے تمام حلقوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، حضرت سید اشرف رح نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ آپ نے اس کتاب کے فارسی ترجمے بھی پڑھے تھے۔ مثلاً عز الدین محمود کاشانی کا ترجمہ موسوم: مصباح الہدایہ و مصباح الکفایہ اور نجیب الدین علی بن مزغش شیرازی کا ترجمہ معارف العوارف۔ اول الذکر ترجمہ سے لطائف اشرفی میں بہت استفادہ

[۱۱] القاموس الاسلامی، ج ۲، از احمد عطیۃ اللہ۔

[۱۲] شہاب الدین سہروردی کے نام سے دو شخصیتیں مشہور ہیں۔ ایک عوارف المعارف کے مصنف شیخ الاسلام شہاب الدین عمر (۵۳۹ - ۶۳۲) دوسرے شہاب الدین ابو الفتح یحییٰ بن حبش بن امیرک جو شیخ اشراق اور شیخ مقتول کے نام سے مشہور ہیں، ان کا شمار چھٹی صدی ہجری کے اشراقی حکما میں ہوتا ہے، اپنے فلسفیانہ افکار کے جرم میں ۵۸۷ھ میں قتل کر دیے گئے، کتاب حکمۃ الاشراق، تلویحات، مطارحات، ہیاکل النور آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ (دیکھیے وفیات الاعیان ۲: ۲۶۱، مرآۃ الجنان ۳: ۴۳۴، اعلام النبلاء ۴: ۲۹۲ وغیرہ)

شیخ شہاب الدین سہروردی کا شمار بزرگ ترین صوفیہ میں ہوتا ہے۔ آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے، سلسلۂ نسب خلیفۂ اول تک پہنچتا ہے، اپنے چچا شیخ عبد القاہر ابو النجیب سہروردی (م ۵۶۳ھ) سے علوم ظاہری اور باطنی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ فقہ اور حدیث میں ابو القاسم بن فضلان و ابو المظفر ہبۃ اللہ و معمر بن فاخر و ابو ذرعہ مقدسی اور ابو الفتوح طائی وغیرہ سے بھی تلمذ حاصل ہے۔ طریق تصوف میں شیخ عبد القادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) اور شیخ ابو السعود بغدادی (م ۵۷۹ھ) سے بھی فیض حاصل کیا، شیخ سعدی آپ کے معتقدین میں تھے۔ عوارف المعارف آپ کی مشہور ترین تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ "جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب" بھی طبع ہو چکا ہے، دوسری تصانیف "نخبۃ البیان فی تفسیر القرآن" اور "السیر والطیر" (رسالہ) ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ (دیکھیے وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸، شذرات، ج ۵ ص ۱۵۳، طبقات الشافعیہ ج ۵، ص ۱۴۳ وغیرہ)

کیا گیا ہے، جس کا ذکر آگے آئے گا۔

ان دونوں ترجموں کے علاوہ بھی اس کتاب کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں، جن میں سے دو سب سے زیادہ قدیم ہیں، ایک ترجمہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات کے دس سال کے اندر اُچہ میں ہوا، اور دوسرا تینتیس ۳۳ سال بعد غالباً اصفہان میں ہوا۔

اول الذکر ترجمہ سب سے قدیم ہے۔ مترجم کا نام قاسم داؤد ہے۔ یہ ترجمہ سلطان تاج الدین ابوبکر (۶۳۹ھ - ۶۴۳ھ) کے حکم اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۵۶ھ) کی اجازت سے بظاہر ۶۴۰ اور ۶۴۲ھ کے درمیان اُچہ میں ہوا، جو تاج الدین ابوبکر کا مستقر تھا، اس ترجمہ کا واحد نسخہ کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔

دوسرا قدیم ترجمہ ۶۶۵ھ میں ہوا، مترجم کا نام اسمٰعیل بن عبدالمومن بن ابی منصور اصفہانی ہے، اس کا واحد نسخہ برٹش میوزیم میں نئے حاصل کیے ہوئے مخطوطات میں ہے۔ مترجم شیخ المشائخ زین الدین حجۃ الاسلام عبدالسلام کا مرید تھا، یہ مخطوطہ ۱۲۳ اوراق پر مشتمل اور ۶۳ ابواب (اتنی ہی تعداد عوارف میں بھی ہے) میں منقسم ہے[۱۳]۔

عوارف المعارف کا ایک ترجمہ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن نجیب الدین مزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) کے پوتے جنید بن فضل اللہ نے بھی کیا تھا، جس کا ایک مخطوطہ برلن میں ہے[۱۴]۔

۳۔ **طبقات الصوفیہ** ۔ اس نام کی متعدد کتابوں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے دو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک عربی میں عبدالرحمٰن[۱۵] سلمی کی تالیف ہے اور دوسری فارسی میں ابو اسمٰعیل[۱۶] عبداللہ

---

[۱۳] دیکھیے فکر و نظر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۲۳ "عوارف المعارف کے قدیم فارسی ترجمے"۔ از پروفیسر نذیر احمد۔ [۱۴] کیٹلاگ مخطوطات فارسی دانش گاہ کیمبرج، ص ۸۸۔

[۱۵] محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ ازدی السلمی نیشاپوری کنیت ابوعبدالرحمٰن، خراسان کے مشہور مفسر، محدث اور صوفی تھے، ۳۲۵ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے اور ۴۱۲ھ میں وفات پائی، ۳۵۰ھ کے بعد ۵۰ سال سے زیادہ عرصہ تالیف و تصنیف میں گذارا، تصانیف کی تعداد ایک سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے جن میں سے حسب ذیل چھپ چکی ہیں۔

طبقات الصوفیہ (۳۸۷ھ کے بعد کی تالیف ہے) کتاب الاربعین فی الحدیث اور رسالۃ الملامتیہ

(باقی برصفحہ ۵۶)

انصاری کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے ان کے کسی مرید ابن رجب نے جمع کیا۔ یہاں موخرالذکر سے مراد ہے لطائف اشرفی میں اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔

طبقات الصوفیہ ہروی بھی بہت سی کتابوں پر مبنی ہے۔ اس کا اصل مآخذ طبقات الصوفیہ سلمی ہے، لیکن جن دوسری کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

تاریخ سلمی، کتاب زہد از سہل بن عاصم، کتاب احمد بن الحواری، جزو در نکتہ ہائے توحید از

(بقیہ حاشیہ ص ۵۵) دوسری تصانیف یہ پائی جاتی ہیں۔

حقائق التفسیر، مقدمہ فی التصوف، مناہج العارفین، رسالہ فی غلطات الصوفیہ، آداب الفقر والشرائط بیان زلل الفقراء ومناقب آدابہم، الفتوۃ، آداب الصحبۃ، السؤالات، سلوک العارفین، عیوب النفس و مداواتہا، الفرق بین الشریعۃ والحقیقۃ، آداب الصوفیہ، درجات المعاملات، (دیکھیے طبقات الصوفیہ مقدمہ نورالدین شریبہ، مفتاح السعادۃ، ج ۱، ص ۱۵۴، میزان الاعتدال ج ۳، ص ۴۶، تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۴۸)۔ ۱۶ شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری ہروی ۲ شعبان ۳۹۶ھ کو ہرات میں پیدا ہوئے، اور ۲۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ میں وہیں وفات پائی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کا شمار خراسان کے بزرگ ترین صوفیہ اور علما میں ہوتا ہے، خود آپ کے قول کے مطابق آپ کو تین لاکھ حدیثیں ہزار ہزار اسناد کے ساتھ یاد تھیں جنھیں آپ نے تین سو محدثین سے نقل کیا تھا۔ آپ نے نیشاپور کے قاضی ابوبکر حیری سے کوئی حدیث صرف اس لیے قبول نہیں کی کہ وہ متکلم اور اشعری مسلک سے تعلق رکھتے تھے، علم تفسیر میں آپ خواجہ امام یحییٰ عمار کے شاگرد تھے، خود فرماتے ہیں کہ اگر خواجہ عمار نہ ہوتے تو علم تفسیر میں میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ جب آپ کی عمر چودہ [۱۴] سال کی تھی خواجہ عمار نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: "از وی بوی امامی می آید"۔ آپ کو کم وبیش ایک لاکھ اشعار شعرائے عرب کے زبانی یاد تھے۔ تحصیل علم سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صبح کو ناشتہ کر کے مطالعہ وتحریر میں اس طرح غرق ہو جاتے کہ اکثر کھانے کا خیال نہ رہتا اور تحریر کے دوران آپ کی ماں آپ کے منہ میں لقمہ ڈالتی تھیں، عربی اور فارسی میں متعدد تصانیف اور اشعار آپ سے منسوب ہیں بعض تالیفات ملفوظ کی شکل میں مدون ہوئیں، ان میں سے ایک طبقات الصوفیہ ہروی ہے، آپ کی تفسیر قرآن کشف الاسرار وعدۃ الابرار بھی چھپ چکی ہے۔ (نفحات الانس تصحیح مہدی توحید پوری ص ۳۳۱، طبقات الصوفیہ ہروی (مقدمہ عبدالحی حبیبی)

ابوسعید ابن الاعرابی، محبت الظراف از ابوعمر نوقانی، اعتقاد از ابراہیم خواص اسمائے مشائخ فارس از ابوعبداللہ خفیف۔ لمع ابوبکر مفید، نہج الخاص وکتاب غربت و اربعین صوفیان از ابومنصور معمر اصفہانی، اربعین مشائخ از شیخ بوسعید مالینی، مقامات شیخ الاسلام انصاری (یہ شیخ انصاری کی تالیف تھی جس کے بہت سے مضامین ابن رجب نے طبقات الصوفیہ میں شامل کر دیے تھے) تاریخ و حکایات از ابوبکر محمد بیکندی معاصر شیخ الاسلام (متوفی ۴۸۲ھ) سیرت شیخ کبیر ابوعبداللہ محمد بن الخفیف متوفی ۳۷۱ھ تالیف ابوالحسن علی بن محمد دیلمی شاگرد ابن خفیف، یہ کتاب اواخر قرن چہارم میں لکھی گئی اور فارسی میں اس کا ترجمہ رکن الدین یحییٰ بن جنید شیرازی نے کیا۔[۱۷]

۴۔ **کشف المحجوب**: تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہے، شیخ علی ہجویری[۱۸] کی تالیف ہے۔ لطائف اشرفی کے بعض ابواب کشف المحجوب ہی کے بیان پر مبنی ہیں، یہ کتاب ابوسعید ہجویری کی استدعا پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی تصنیف میں قرآن وحدیث کے علاوہ بہت سے صوفیائے کرام کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان کے حوالے دیے ہیں۔ مثلاً تاریخ اہل صفہ از عبدالرحمٰن سلمی، طبقات الصوفیہ سلمی، کتاب سماع سلمی، رسالہ قشیریہ، کتاب محبت عمرو عثمان مکی، کتاب اللمع ابونصر سراج، تاریخ المشائخ محمد بن علی ترمذی، تصانیف پنجاہ گانہ حسین بن منصور حلاج، تصحیح الارادہ جنید بغدادی، کتاب رعایت حارث محاسبی وغیرہ۔[۱۹]

---

۱۷ طبقات الصوفیہ ہروی مقدمہ عبدالحی حبیبی۔

۱۸ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الہجویری الغزنوی قرن پنجم ہجری کے کبار صوفیہ میں سے تھے، طریقت میں ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی کے شاگرد تھے۔ ابوالعباس شقانی سے بھی کسب علم کیا، شقانی ان مشائخ میں سے تھے جو منصور حلاج کے طرفداروں میں ہیں اور جلابی نے بھی منصور حلاج کی پرزور حمایت کی ہے۔ آپ نے ابوالقاسم گرگانی، ابوالقاسم قشیری اور ابواحمد المظفر بن حمدان سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ کشف المحجوب آپ کا آخری شاہکار ہے۔ اس کتاب سے آپ کے متعدد منثور و منظوم آثار کا پتہ چلتا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:۔ دیوان شعر، کتاب فنا و بقا، اسرار الخلق والمئونات، الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ، کتاب البیان لاہل العیان، نحو القلوب، منہاج الدین، ایمان، فرق فرق۔ (کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی)

۱۹ (کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی)

۵۔ احیاء العلوم: یہ امام غزالی[۲۰] کی مشہور ترین تصنیف ہے، یہ کتاب دمشق یا بیت المقدس میں شام اور بیت المقدس کے سفر میں لکھی گئی۔ یہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ عبادات، عادات مہلکات اور منجیات، ہر حصے میں دس فصلیں ہیں، شروع ہی سے اس کتاب کے مخالفین اور موافقین کی جماعتیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں، اس کا خلاصہ سب سے پہلے خود امام غزالی نے المرشد الامین الی موعظۃ المتقین کے نام سے کیا، اس کے بعد ان کے بھائی احمد غزالی نے لباب الاحیاء کے نام سے اس کا خلاصہ کیا، پھر متعدد خلاصے لکھے گئے۔

اس کتاب پر اعتراضات کے جواب میں سب سے پہلے خود امام غزالی نے کتاب الاملاء علی مشکل الاحیا اور کتاب الانتصار لما فی الاحیاء من الاسرار لکھیں۔ اس کے بعد قطب شعرانی نے کتاب الاجوبۃ المرضیہ، ابن فیم کے اعتراضات کے جواب میں لکھی۔

اس کتاب کی تائید میں اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، اس کی نقل کردہ احادیث کی شرح میں امام زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی نے حمل الاسفار لکھی۔ ان کے شاگرد شہاب الدین بن حجر عسقلانی نے اس پر استدراک لکھا۔ تحفۃ الاحیا فیما فات من تخریج الاحادیث الاحیا از شیخ قاسم حنفی، کتاب اتحاف السادات المتقین از سید محمد حسینی معروف بہ مرتضیٰ زبیدی (۱۱۴۵ - ۱۲۰۵) (یہ کتاب دو بار قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔ پہلی بار تیرہ جلدوں میں اور دوسری بار دس جلدوں

۲۰؎ امام ابو حامد محمد غزالی طوسی ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے، والد محمد بن محمد بافندگی کا پیشہ کرتے تھے۔ ان کے دوسرے بیٹے کا نام احمد تھا۔ باپ کی وفات کے بعد ان دونوں نے ابو حامد احمد بن محمد راد کانی کے زیر تربیت تعلیم پائی، پھر امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کی شاگردی اختیار کی۔ ۳۵ سال کی عمر میں ۴۸۴ھ سے چار سال تک بغداد میں مدرسۂ نظامیہ میں درس دیتے رہے۔ پھر یہ شغلہ ترک کر کے دس سال تک شام، حجاز اور بیت المقدس میں رہے اور زہد و ریاضت، اور تالیف و تصنیف میں مصروف رہے۔ احیاء العلوم اسی سفر کی یادگار ہے۔ ۴۹۸ھ میں طوس واپس ہوئے اور سلطان سنجر کی درخواست پر نیشاپور میں درس دینا منظور کر لیا، لیکن دو سال کے بعد پھر درس و تدریس ترک کر کے طوس میں عزلت نشین ہو گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (دیکھیے غزالی نامہ جلال ہمائی، تاریخ ادبیات ایران، ج اول ذبیح اللہ صفا، الغزالی شبلی نعمانی وغیرہ)

میں) کتاب روح الاحیا از ابن یونس وغیرہ لکھی گئی ہے۔[۲۱]

۶۔ **فصوص الحکم اور فتوحات مکیّہ** : یہ دونوں کتابیں شیخ محی الدین[۲۲] اکبر (م ۶۳۸ھ) کی تصانیف ہیں اور دونوں تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہیں۔ فتوحات مکیہ ضخیم کتاب ہے، جو ۶۲۹ھ میں تکمیل کو پہنچی، فصوص الحکم وحدۃ الوجود پر عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کے لیے تصوفِ اسلامی پر بنیادی کتاب ہے۔ اس کتاب کے متعلق بھی صوفیہ میں بڑے اختلافات رہے ہیں۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مبنی حضرت سیّد اشرف نے ایک کتاب مرآۃ الحقائق کے نام سے تالیف کی تھی جو اب ناپید ہے۔ نظام یمنی نے اس کتاب کے کچھ اجزا لطائف اشرفی میں اصطلاحات صوفیہ کے نام سے شامل کیے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس سے متعدد جگہ استفادہ کیا گیا ہے۔

۷۔ **ترجمۂ عوارف** : اس سے مراد مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ ہے۔ اگرچہ اس کتاب کا نام

۲۱ھ غزالی نامہ جلال ہمائی

۲۲ھ محمد بن علی بن محمد ابن العربی، ابوبکر الحاتمی الطائی الاندلسی، المعروف بمحی الدین الملقب بالشیخ اکبر، مرسیہ میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، وہاں سے اشبیلیہ آئے اور شام، روم، عراق، حجاز کا سفر کیا، آپ کے بعض شطحیات کی وجہ سے آپ کے بہت سے مخالف پیدا ہو گئے جس کی وجہ آپ کو قید و بند کی مصیبت جھیلنی پڑی، پھر ایک شخص علی بن فتح البجائی کی کوششوں سے قید سے رہا ہوئے، اس کے بعد دمشق میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی، نسبت ارادت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے حاصل کی۔ آپ کا شمار ائمہ متکلمین میں ہوتا ہے، ذہبی نے آپ کو قدوۃ القائلین بوحدۃ الوجود لکھا ہے، آپ کی تصنیفات کی تعداد باختلافِ روایت چار سو سے پانسو تک پہنچتی ہے جن میں سے مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں :

(۱) الفتوحات المکیہ (دس جلدوں میں)۔ (۲) محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار (دو جلدوں میں (۳) دیوان شعر، (۴) فصوص الحکم (۵) مفاتیح الغیب (۶) التعریفات (۷) عنقا مغرب (۸) انشاء الدوائر (۹) کنہ ما لا بد للمرید منہ (۱۰) مواقع النجوم و مطالع اہلۃ الاسرار و العلوم (۱۱) الانوار (۱۲) شجرۃ الکون۔ (۱۳) فتح الذخائر و الاخلاق (۱۴) عقلۃ المستوفز (۱۵) التجلیات (۱۶) الاربعون صحیفۃ من الاحادیث القدسیہ۔ (دیکھیے فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۴۱ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۰۸، لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۱، شذرات الذہب ج ۵، ص ۱۹۰، مرآۃ الجنان، جلد ۴، ص ۱۰۰۔

لطائف اشرفی میں نہیں ملتا لیکن لطائف اشرفی کا اس کتاب سے مقابلہ کرنے پر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ترجمۂ عوارف سے مراد ترجمۂ عزالدین[۲۳] محمود کاشانی ہے جو مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے بعض ابواب کی عبارتیں لطائف اشرفی میں لفظاً بلفظ ملتی ہیں۔

مصباح الہدایہ کا ذکر عوارف المعارف کے فارسی ترجمہ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے لیکن دراصل یہ کتاب اس کا براہِ راست ترجمہ نہیں ہے، بلکہ اس کے اکثر مضامین اس میں شامل ہیں، کہیں صرف ترجمہ ہے اور کہیں اس کے مطالب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، کہیں ایجاز ہے اور کہیں اطناب، شیخ سہروردی کی بیان کردہ حکایات اور روایات کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب اور فصول کے قائم کرنے کا طرز بھی جداگانہ ہے۔

۸۔ **چہل مجلس اور العروہ** : العروہ کا پورا نام العروہ لاہل الجلوہ والخلوہ ہے۔ یہ شیخ علاء الدولہ[۲۴]

۲۳ھ شیخ عزالدین محمود بن علی کاشانی (م ۷۳۵ھ) کا شمار ایران کے آٹھویں صدی ہجری کے مشہور علما و صوفیہ میں ہوتا ہے، آپ سہروردی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشہور بزرگ نورالدین عبدالصمد ابن علی الاصفہانی نطنزی (م ۶۹۹ھ) کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ آپ نے شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن ابن شیخ نجیب الدین علی بن بُزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) سے بھی فیض صحبت حاصل کیا (نفحات الانس۔ تصحیح مہدی توحیدی پور ص ۴۸۱)

شیخ نورالدین عبدالصمد اور شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن دونوں ہی شیخ نجیب الدین علی بن بُزغش شیرازی کے شاگردوں میں سے تھے اور یہ شیخ نجیب الدین شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ ۶۳۲ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔ (نفحات الانس ص ۴۸۰، ۴۷۴، ۴۷۳)

۲۴ھ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی ملقب بہ علاء الدولہ و رکن الدین و ابوالمکارم سمنان کے ایک قریہ بیابانک میں ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷ سال کی عمر میں ۲۲ رجب ۷۳۶ھ کو وفات پائی، اور سمنان کے قریہ صوفی آباد میں مدفون ہوئے، ان کے والد محمد ملقب بہ ملک شرف الدین (غازان خان ۶۹۴ھ - ۷۰۳ھ) کے عہد حکومت میں ذی الحجہ ۶۹۴ھ سے ذیقعدہ ۶۹۵ھ تک وزارت کے عہدہ پر فائز رہے۔ چچا ملک جلال الدین اور ماموں رکن الدین صائن ارغون خاں (۶۸۳ھ ۶۹۰ھ) کے ندما میں تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں شیخ علاء الدولہ اپنے چچا ملک جلال الدین

(باقی بر صفحہ ۶۱)

سمنانی کی تصنیف ہے، جو ۷۲۴ھ میں لکھی گئی، چہل مجلس شیخ علاء الدولہ سمنانی کے ملفوظات کا ایک مختصر مجموعہ ہے، جسے ان کے مرید شیخ اقبال سیستانی نے جمع کیا، اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت سید اشرف خود شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہ چکے تھے اور آپ نے ان سے سلوک کی تعلیم بھی حاصل کی تھی، لطائف اشرفی میں شیخ علاء الدولہ کے جو اقوال وبیانات ہیں وہ شیخ کی دونوں مذکورہ کتابوں میں لفظ بلفظ ملتے ہیں، اگرچہ ان دونوں کتابوں کا کہیں نام نہیں لیا گیا ہے۔ البتہ العروہ کا نام صرف ایک جگہ آپ کے مکتوب میں ملتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۰) کے توسط سے ارغون خان کے دربار میں داخل ہوئے اور دیوانی کے فرائض انجام دینے لگے۔ اپنی لیاقت اور فرض شناسی کے سبب بادشاہ کے منظور نظر ہو گئے، ۶۸۳ھ میں ۲۴ سال کی عمر میں شاہی ملازمت ترک کر کے راہ سلوک اختیار کی۔ ۶۸۷ھ میں شیخ عبد الرحمٰن اسفرائینی سے نسبت ارادت حاصل کی۔ آپ کا شمار وقت کے مشاہیر صوفیہ میں ہوتا تھا، اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:

ہر رند کہ در مصطبہ مسکن دارد	بوی زمن سوختہ خرمن دارد
ہر جا کہ سیہ گلیم و آشفتہ دلی ست	شاگرد من است و خرقہ از من دارد

آپ کی متعدد منثور و منظوم تصنیفات ہیں۔ الدرر الکامنہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تک بتائی گئی ہے، جن میں سے صرف یہ کتابیں پائی جاتی ہیں:

(۱) مطلع النطق ومجمع اللفظ (عربی) اس میں قرآن کی بعض سورتوں کی تفسیر صوفیانہ انداز میں کی گئی ہے۔ (۲) سر البال فی اطوار سلوک اہل الحال (فارسی) مختصر رسالہ ہے۔ (۳) صلوٰۃ العاشقین (فارسی) ایک مختصر رسالہ ہے۔ (۴) مشارع ابواب القدس ومرائع الانس (عربی) اس کا موضوع حکمت و کلام ہے۔ (۵) مناظر المحاضر للناظر الحاضر (عربی) یہ رسالہ واقعۂ غدیر خم وغیرہ پر لکھا گیا ہے۔ (۶) العروہ لاہل الخلوہ والجلوہ (فارسی) تصوف پر ہے۔ (۷) چہل مجلس (فارسی) ملفوظات کا مختصر مجموعہ ہے۔

(دیکھیے العروہ فصل اوّل باب ششم تاریخ گزیدہ تلخیص و ترجمہ انگریزی از براؤن، ص ۱۴۴۔ حبیب السیر ج ۳، ص ۳۰۳، الدرر الکامنہ ابن حجر عسقلانی، شرح احوال علاء الدولہ سمنانی از سید مظفر حسین وغیرہ)

۹۔ الروض الریاحین فی حکایات الصالحین: یہ امام عبداللہ[۲۵] یافعی کی تصنیف ہے۔ لطائف اشرفی میں صرف مصنف کا نام لیا ہے تصنیف کا نام نہیں بتایا گیا ہے، لیکن لطائف اشرفی اور روض الریاحین کے تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام یافعی کی کتاب سے مراد روض الریاحین ہی ہے۔ اس کتاب کے اقتباسات لفظ بلفظ لطائف اشرفی میں ملتے ہیں۔

۲۵ عبداللہ ابن اسعد بن علی الیافعی عدن میں پیدا ہوئے، یافعی بنی یافع سے منسوب ہے۔ آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ ۷۶۷ھ میں وفات پائی حضرت سید اشرف نے آپ سے ملاقات کی تھی، اور علمی استفادہ بھی کیا تھا۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔
مرآۃ الجنان، در النظیم فی بیان فضائل القرآن العظیم، نشر المحاسن الغالیہ فی فضل المشائخ الصوفیہ و اصحاب المقامات العالیہ، اسنی المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر اور روض الریاحین فی حکایات الصالحین۔
(دیکھیے الدرر الکامنہ، ج ۲، ص ۲۴۷، شذرات الذہب ج ۶، ص ۲۱۰ طبقات الشافعیہ ج ۶ ص ۱۰۳ وغیرہ) (بشکریہ معارف اعظم گڈھ)

اسلامی جمہوریت

مولانا رئیس احمد جعفری

ملوک وسلاطین کا زمانہ گذر گیا اور موجودہ دور سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ درحقیقت جمہوریت کیا ہے؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ اس کے حدود و خصائص کیا ہیں؟ یہ کس طرح بروئے کار آتی ہے اور اس کا تحفظ کس طرح کیا جاتا ہے۔ دنیا نے اس کا جواب مختلف انداز میں دیا ہے۔ لیکن اسلام نے جس جمہوریت کا خاکہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس پر عمل کر دکھایا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل منفرد اور یکتا ہے۔ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اسلامی جمہوریت کی وضاحت کی گئی ہے۔

قیمت : ۹ روپے

سکریٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور